© rasailojaraid.com

عروج وزوال کے الٰہی قوانین

از

(جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

(۱۰)

رسول اللہ کی بیان کردہ ایک مثال سے صبر کے مقام کی وضاحت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعت کی تشکیل کی تھی اس کا ایک ایک فعل صبر و تحمل کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ تھا، مظلومی میں صبر، مقابلہ میں عزم، قوت وطاقت میں عفو، تاریخ الانسانیت کے وہ نمونے ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی نہیں جمع ہوئے ہیں، اس جماعت کے صبر و استقامت کا اثر عملی جدوجہد میں کتنا اور کس حیثیت سے ظاہر ہوتا تھا اس کو آپ نے ایک مثال کے ذریعہ اس طرح سمجھایا تھا

فرض کرو ایک شخص کو کام کرنے والوں کی تلاش ہے اس نے کام کی نوعیت اور محنت کے پیش نظر وقت اور مزدوری مقرر کردی ہے اور دن کو تین حصوں میں تقسیم کردیا ہے

(۱) صبح سے دوپہر تک (۲) دوپہر سے عصر تک (۳) عصر سے مغرب تک۔

پہلے دو حصوں میں کام کرنے والوں کی مزدوری ایک ایک قیراط ہے اور تیسرے حصہ میں کام کرنے والوں کی مزدوری دو دو قیراط ہے پہلے حصہ میں وقت کافی دینے کے باوجود مزدوری ایک قیراط ہے اور دوسرے میں پہلے کے لحاظ سے وقت کم اور مزدوری برابر ہے اور تیسرے میں وقت سب سے کم اور مزدوری دوگنی ہے۔ مزدوری اور وقت کا یہ تفاوت مزدوروں کی صلاحیت اور کارکردگی کی نوعیت کی بنا پر ہے ورنہ کام لینے والے کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب کو ایک ہی قسم کی مزدوری دینے کے لئے وہ تیار ہے۔ پھر آپ نے اس مثال کو کھول کر بیان کیا اور فرمایا کہ پہلے حصہ میں کام کرنے والے یہودی ہیں اور دوسرے میں عیسائی اور تیسرے میں مسلمان ہیں۔[1]

---

[1] بخاری از مشکوٰۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ دنیا نے ان تینوں کو اپنے اپنے مقام پر اسی طرح دیکھا جس طرح رسول اللہ نے اس مثال میں ان کا نقشہ کھینچا ہے پھر جب حالات بدل گئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا مقام چھوڑ دیا تو نتائج کا بدل جانا لازمی امر تھا۔

تواصی بالصبر میں عملی ہمدردی و امداد کے ساتھ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین مراد ہے

"تواصی بالصبر" میں خود صبر کرنے کے ساتھ آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین اور ترغیب مراد ہے ترغیبِ صبر کے بارے میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی فرد مصائب و مشکلات سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے جماعتی ساتھی زبانی صبر و ثبات کی تلقین کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں لیکن جہاں تک اس کی عملی ہمدردی اور امداد کا تعلق ہے حیثیت و استطاعت کے باوجود اس کے لئے کوئی نہیں تیار ہوتا ہے قرآن حکیم جس قسم کی زندگی کا نقشہ پیش کرتا ہے اس میں اس صورتِ حال کی قطعاً گنجائش نہیں ہے بلکہ وہ اس کو منافقت سے تعبیر کرتا ہے۔ یہاں پہلے عملی ہمدردی و امداد ہے پھر اس کے بعد صبر کی ترغیب و تلقین جیسا کہ درج ذیل آیتوں سے یہی حقیقت ثابت ہوتی ہے

فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبة فك رقبة او اطعام في يوم ذي مسغبة يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة ثم كان من الذين امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة (۹۰: ۱۱ تا ۱۸)	پھر وہ (دی ہوئی نعمتوں کے شکر میں) گھاٹی سے نہ گذرا اے پیغمبر آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی سے گذرنے سے میری کیا مراد ہے؟ میری مراد یہ ہے کہ کسی کی گردن کا پھندا چھڑانا بھوکے قرابت دار، یتیم اور خاک آلود مسکین کو کھانا کھلانا پھر اس کے بعد وہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لائے اور آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کی تلقین کی ہو۔

یہاں باہمی امداد و غم خواری کی شکلوں کو "گھاٹی" سے تشبیہ دینا اور ایمان کو اس کے بعد ذکر کرنا (حالاں کہ ایمان سب سے مقدم ہے) دراصل اس کی اہمیت کو بتانے کے لئے ہے اور اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہے کہ تواصی بالصبر اور تواصی بالمرحمۃ کا اثر عملی زندگی میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کہ مذکورہ گھاٹی سے عبور کیا ہو ورنہ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بغیر زبانی صبر کی تلقین وہ اثر نہیں پیدا کرتی جو قرآن کا مقصود ہے اور جماعتی اسپرٹ کے شایانِ شان ہے۔

تواصی بالصبر کے مفہوم میں چار چیزیں داخل ہیں

ذیل میں ایک اور آیت ذکر کی جاتی ہے جس سے "تواصی بالصبر" کی تشریح ہوتی ہے۔

یایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۳/۲۰	اے ایمان والو (اگر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو) (۱) تو صبر کرو (۲) ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو (۳) آپس میں بندھ جاؤ اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

اصبروا اور صابروا کی تفصیل اوپر گذر چکی رابطوا (راہِ عمل میں تعاون و اشتراک کے جذبہ کے ساتھ اس طرح گتھے اور مستعد رہو کہ مخالف کو کسی طرح دراندازی کا موقع نہ ملے
اتقوا۔ اجتماعی زندگی کی کامیابی و ناکامی میں تقویٰ کو کس قدر دخل ہے اس کا اندازہ ذیل کے خط سے ہوتا ہے جو حضرت عمرؓ نے کمانڈر انچیف سعد بن ابی وقاص اور فوجیوں کے نام لکھا تھا یہ فوج غالباً جنگ قادسیہ میں ایرانیوں سے لڑنے کے لئے گئی تھی یہاں ہم صرف وہی دفعات نقل کرتے ہیں جن کا تعلق "تقویٰ" سے ہے اس خط کو پڑھئے اور پھر اسلامی اجتماعیات پر غور کیجئے یہ واضح رہے کہ یہ خط فوجیوں کو لکھا گیا تھا اور وہ بھی میدانِ جنگ میں

"میں تم (سعد بن وقاص) کو اور تمہاری فوج کو تاکید کرتا ہوں کہ

(۱) ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو کیوں کہ اللہ کا خوف دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار اور جنگ کی سب سے مؤثر چال ہے۔

(۲) تم اور تمہاری فوج دشمن سے جتنے ہوشیار رہیں اس سے زیادہ "معاصی" سے ہوشیار رہیں کیوں کہ فوج کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا اپنے معاصی سے پہنچتا ہے۔

(۳) مسلمانوں کی فتح مندی کا راز یہ ہے کہ ان کا دشمن معاصی میں گرفتار ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہم دشمن پر فتح نہ پا سکیں کیوں کہ ہماری تعداد اس سے کم اور ہمارے ہتھیار اس سے گھٹیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں اس بنا پر ہم معاصی میں اگر دشمن کے برابر ہوں تو وہ قوت میں ہم سے بڑھ جائے گا اور اگر ہم راستبازی کی قوت سے اس پر غلبہ نہ پا سکیں تو اپنی فوجی قوت سے یقیناً نہ پا سکیں گے۔

(۴) تم کو یاد رہے کہ اللہ کی طرف سے ایسے فرشتے مامور ہیں جو تمہارے چال چلن پر نظر رکھتے ہیں جن کو تمہارے ہر فعل کا علم ہوتا ہے ان سے غیرت کرو اور اللہ کی نافرمانی (معاصی) سے بچتے رہو۔

(۵) یہ نہ کہو کہ دشمن یوں کہ بُرا ہے اس لئے کبھی ہم پر فتح نہ پا سکے گا کیوں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض قوموں پر ان سے بُری قومیں غالب آجاتی ہیں جس طرح بنی اسرائیل پر مجوسی کافر غالب آگئے تھے جب کہ بنی اسرائیل نے نافرمانیوں سے اللہ کو ناراض کیا تھا فجاسوا خلل الدیار وکان امر اللہ مفعولا۔

(۶) اللہ سے دعا مانگو کہ تمہارے اندر معاصی سے بچنے کی طاقت پیدا ہو اور یہ دعا اسی خلوص سے ہو جس خلوص سے تم دشمن پر فتح پانے کی دعا مانگتے ہو میں بھی اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے یہ دعا مانگتا ہوں[1]۔

ان چند واقعات سے اسلام اور مسلم قوم کا مزاج سمجھ میں آتا ہے اور یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عام حالات میں قیام و بقا کی بنیاد اخلاق پر رکھی جاتی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا (اگرچہ اس کو قانونی حیثیت نہیں حاصل ہے) ہے کہ جب میدان میں اچھی قوم موجود نہیں ہوتی تو خود فریبی میں مبتلا قوم کی سرکوبی کے لئے اس سے بُری قوم اُس پر مسلط کر دی جاتی ہے۔

یہاں قیام و بقا کے چار بنیادی اصولوں کی بحث ختم ہو گئی ان اصولوں کو سامنے رکھ کر امام شافعیؒ کے اس قول پر غور فرمائیے کہ اگر قرآن میں صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو بندوں کی ہدایت کے لئے کافی ہوتی۔ اس سورت کی جامعیت کی بنا پر سلف کا یہ حال تھا کہ جب آپس میں ملتے تو جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔

---

[1] عقد الفرید از برہان ماہ دسمبر ۵۵ء

© rasailojaraid.com